آیت قرآنیہ مثل دعاوی مع البینات کے ہیں۔ اس لے ہر اسم الٰہی کا ذکر حسب اقتضائے مقام ہوتا ہے۔ اور وہ اسم دلیل و علت کے قائم مقام ہوتا ہے۔ پس دعوائے ﴿مَکَرَ اللّٰہُ﴾ کی دلیل ﴿وَاللّٰہُ خَیْرُ الْمٰکِرِیْنَ ۝﴾ ہے۔

سوال: بنص قرآن کئی پیغمبر قتل ہو چکے ہیں، آخر مسیح علیہ السلام سے متعلق اتنے شد و مد سے انکار کیوں؟

جواب: (اول) شد و مد سے انکار اس لیے کہ "**إبطال باطل**" شرعی فریضہ ہے۔

(دوم) شرک پھیلنے کے بعد پیغمبر تین طرح بھیجے گئے:

(۱) اصحاب شرائع: حضرات نوح، ابراہیم، موسیٰ، عیسیٰ اور محمد صلوٰت اللہ و سلامہ علیہم أجمعین۔

(۲) اپنی اپنی قوم کی طرف مستقل رسول، اگرچہ صاحب شریعت نہ تھے۔ جیسے حضرات صالح، ہود، لوط، اور شعیب علیہم و علیٰ نبینا الصلاۃ و السلام۔

(۳) حکمت و نبوت سے نوازے گئے، مگر اتباعِ تورات کے مأمور تھے۔ یہ بنی اسرائیل میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد بھیجے گئے: ﴿إِنَّا أَنْزَلْنَا التَّوْرَاةَ فِيهَا هُدًى وَنُورٌ يَحْكُمُ بِهَا النَّبِيُّونَ الَّذِينَ أَسْلَمُوا لِلَّذِينَ هَادُوا﴾ [سورة المائدة ٤٤] جیسے حضرات یحیٰ و زکریا علیہما السلام۔

قسم اول و دوم کا قتل رسالت و شریعت میں شبہ کا باعث ہوتا ہے؛ کیونکہ قسم اول کے قتل سے شریعت ناقص رہتی ہے۔ اور قسم دوم کے قتل سے قوم پر حجت تمام نہیں ہوتی، برخلاف تیسری قسم کے۔

متعدد بد بخت اقوام نے اپنے اپنے رسول کو قتل کرنے کی سازش یا کوشش کی۔ لیکن یہ جرم صرف یہودِ بے بہبود سے سرزد ہوا۔ ﴿لَقَدْ اَخَذْنَا مِیْثَاقَ بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ وَاَرْسَلْنَآ اِلَیْهِمْ رُسُلًا کُلَّمَا جَآءَهُمْ رَسُوْلٌۢ بِمَا لَا تَهْوٰٓی اَنْفُسُهُمْ فَرِیْقًا کَذَّبُوْا وَفَرِیْقًا یَّقْتُلُوْنَ ۝﴾ [المائدة ٧٠]، ﴿یَقْتُلُوْنَ النَّبِیّٖنَ﴾ [البقرة ٦١، ال عمران ٢١] کی تفسیر میں حضرت یحیٰ علیہ السلام و زکریا علیہ السلام کا نام بالاتفاق آتا ہے، بعض نے شعیا کا نام بھی لیا ہے۔

(واللہ أعلم)

''بلتستان'' ایک مثالی معاشرہ

ترتیب وتدوین: شریف موسیٰ

18 اگست 2015ء کو شریعہ فیکلٹی جامعۃ الرشید کراچی کے ڈائریکٹر مولانا سید عدنان کا کاخیل موضع براہ کے دورے کے لیے تشریف لے جارہے تھے، اس موقع کو غنیمت جانتے ہوئے جامعہ دارالعلوم بلتستان غواڑی کا بھی دورہ کیا۔ ان کے ہمراہ مفتی مختار الدین شاہ بھی تھے۔ سید عدنان کا کاخیل کی شخصیت بہت معروف ہے۔ انہیں اسلامی بینکاری پر خصوصی مہارت حاصل ہے۔ اس وقت آپ ''فیصل اسلامی بینک'' میں بطور ''شرعی ایڈوائزر'' اپنی فنی خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔ اس کے علاوہ آپ نسل نو کی اصلاح وتربیت کے لیے سرگرم رہتے ہیں۔ اسی سلسلے میں وہ جامعہ دارالعلوم آئے اور اساتذہ وطلباء سے خطاب کیا۔

انہوں نے اپنے خطاب میں کہا: یہاں کے اساتذہ نے ہمیں جو محبت، عزت اور احترام دیا، اس کا ہمارے دل پر گہرا اثر ہے اور ہم اس کے لیے شکر گزار ہیں۔ یہاں کے علماء نے علاقے میں بہت اچھا ماحول بنایا ہوا ہے۔ جسے دیکھ کر سید احمد شہیدؒ کے لشکر کا ماحول یاد آتا ہے۔ ان کے ہاں بھی ہر طبقے کے علماء تھے۔

شیخ احمدؒ کے دو خصوصی رفقاء شاہ اسماعیل شہیدؒ اور مولانا عبدالحئی بڈھانویؒ کا تعلق اہلحدیث مکتب فکر سے تھا۔ یہاں یہ ماحول دیکھ کر بہت زیادہ خوشی ہوئی۔ اس حوالے سے اس خطے کے علماء مبارک باد کے مستحق ہیں۔ اللہ تعالیٰ یہ پاک ماحول پورے ملک میں نصیب فرمائے، ایک دوسرے سے محبت کرنے اور ایک دوسرے سے استفادہ کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

نبی تشریف لاتے ہیں تو امت بنا کر اور امتیوں کا یہ ذہن بنا کر جاتے ہیں کہ اسلام کی نسبت کے علاوہ باقی نسبتوں کو چھوڑ دیں، اسلام کی طرف نسبت سب سے بڑا شرف اور سب سے اعلیٰ نسبت ہے۔ اسلام جب آجائے تو چھوٹی نسبتیں گم ہو جاتی ہیں۔ اس کے بعد پسندیدہ نہیں کہ وہ اسلام کے علاوہ اپنے لیے کوئی اور عنوان قائم کرے۔ مسلمان اور محمد ﷺ کا امتی ہونا ایک مسلمان کے لیے کافی ہے، جس کے بعد کوئی کمی نہیں رہتی جس کو انسان پورا کرے۔ یہی نسبت سب سے اونچی نسبت اور سب سے بڑی فخر کرنے کی چیز ہے۔

آپ ﷺ نے اسی پر صحابہ کرام ؓ کی تربیت فرمائی۔ اس معاشرے کے اندر قبائلی مزاج تھا، عرب اور عجم کی

تقسیم تھی، جہاں زبانوں کی تقسیم، قبائل اور تعصب کی بہت سی شکلیں تھی۔ آپ ﷺ نے صحابہ کرام ؓ کی پوری جماعت کو ایک نسبت کے اوپر کھڑا کیا اور اسی نسبت کے ساتھ کھڑے رہے۔

امت مسلمہ کی بدقسمتی ہے کہ ہم اس پر قائم نہ رہ سکے۔ ہمیں اس نااہلی کو تسلیم کرنا چاہیے کہ ہم اپنی نسلوں، بچوں اور طالب علموں کو نبی اکرم ﷺ کی نسبت دینے کے بجائے اور کئی ناموں کی نسبتیں دیتے ہیں اور ان کی عصبیت دلوں میں بٹھاتے ہیں۔ باقاعدہ اسی کی تعلیم دیتے ہیں کہ وہ اس گروہ بندی کے ساتھ قائم و دائم رہیں۔ چھوٹی چھوٹی جماعتیں بنا کر ہم نے امت کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیے؛ اس کا حساب روزِ قیامت ہوگا۔

اسلام کا یہ طرہ امتیاز ہے کہ جو مسائل قطعی طور پر ثابت نہ ہوں، اجتہادی معاملات سے متعلق ہوں' ان میں ایک سے زیادہ آراء رہتے ہیں۔ ایسے مسائل میں صحابہ کرام ؓ کی آراء ایک سے زیادہ رہی ہیں، بہت سارے مسائل میں ام المؤمنین عائشہؓ کی ایک رائے ہوتی اور سیدنا ابن عمر ؓ کی دوسری۔ فقہی آراء میں اختلاف ہوتا تھا۔ اگر ایسے مسائل کا تعلق اجتہادی معاملات سے ہو' تو اختلاف سے فرق زیادہ نہیں پڑتا۔ ایسے معاملات میں مختلف آراء کے ہوتے ہوئے امت کو ایک ہونا چاہیے۔

یہ سبق ہمیں دنیاوی تعلیم والوں سے سیکھنا چاہیے۔ ان کے ہاں بھی اختلافات ہوتے ہیں؛ اس کے باوجود وہ اکٹھے نظر آتے ہیں۔ ان کی علمی کانفرنسوں میں ایک ہی موضوع پر مختلف پروفیسر ریسرچ لے کر آتے ہیں اور سب کے نتائج بھی جدا جدا ہوتے ہیں؛ لیکن وہ ایک مجلس میں بیٹھ کر، ایک اچھے ماحول میں، ایک دوسرے کی عزت واحترام کے ساتھ اپنی اپنی رائے پیش کرتے ہیں۔ پھر جس کی رائے کو وقت اور تجربات صحیح ثابت کرتے ہیں، وہ مان لیے جاتے ہیں۔ باقی آراء اور تحقیقات تاریخ کے اوراق میں گم ہو جاتی ہیں۔ اور وقت اس کو مسترد کر دیتا ہے۔ لیکن ان کے آپس میں عزت واحترام کا ماحول باقی رہتا ہے۔ یہ ماحول ہمیں دینی مدارس میں پیدا کرنا چاہیے۔

یہاں کے طلباء بڑے خوش نصیب ہیں کہ ان کے اساتذہ نے یہ ماحول یہاں پیدا کیا ہوا ہے۔ ہم نے بھی جامعۃ الرشید میں یہ ماحول پیدا کرنے کوشش کی ہے کہ ہم طلباء کو پاکستان میں موجود مسلکی تقسیم سے بالاتر ہو کر داخلہ دیتے ہیں۔ ہر طبقے کے طلباء ہمارے پاس پڑھتے ہیں اور اپنی ترتیب سے پڑھتے ہیں۔ ہمارا ان کے لیے اصرار نہیں ہوتا کہ آپ چونکہ ہمارے طالب علم ہیں، ہم آپ کو سکالرشپ دے رہے ہیں؛ لہٰذا آپ کا دل مانے یا نہ مانے ہماری ترتیب کے اوپر آ جائیں۔ یہ اصرار نہیں ہوتا۔ ہم انہیں قرآن، حدیث اور فقہ پڑھاتے ہیں،

پھر ان کی مرضی پر چھوڑ دیتے ہیں کہ ان کو ہماری بات کتنی سمجھ میں آئی ہے یا ہم سے پہلے جن کے ساتھ تھے۔

یہ ماحول پیدا کرنے کی اس وقت ملک وملت کو ضرورت ہے۔ نبی اکرم ﷺ کا دین' دنیا کے تمام ادیان پر ہمیشہ دلیل و برہان کی بنیاد پر غالب رہے گا۔لیکن اس وقت مادی یا عسکری غلبہ مسلمانوں کو حاصل نہیں ہے۔طاغوتی نظام اور قوتیں مسلمانوں پر مسلط نظر آتی ہیں، تو اس کی بڑی وجہ ہمارا آپس کا اختلاف اور انتشار ہے۔

برصغیر کی آزادی کے ایک بڑے مجاہد جناب محمود الحسن تھے، جنہوں نے ہندوستان میں بہت بڑی تحریکِ آزادی چلائی جسے "تحریک ریشمی رومال" کہتے ہیں، یہ انگریزں سے آزادی کی بڑی کوشش تھی۔ان کو انگریزوں نے مالٹا میں ساڑھے چار سال قید کیا اور رہائی کے چھ ماہ بعد وفات پائی۔قید سے واپس آکر انہوں نے دو باتیں ارشاد فرمائیں: "مجھے چار سال قید کے اندر بیٹھ کر امت مسلمہ کے احوال پر یکسوئی سے غور کرنے کا موقع ملا کہ ہماری تحریکیں کیوں ناکام ہوتی ہیں؟ اور ہم کیوں پوری دنیا میں اسلام کو غالب نہیں کر سکے؟ اس پر میں نے چار سال سوچا، اس سوچ و بچار کا نتیجہ صرف دو باتیں تھیں، اگر امت مسلمہ ان دو باتوں پر آجائیں تو امت کی مغلوبیت کا دور ختم ہوگا اور اس کے غلبہ کا زمانہ شروع ہوجائے گا:

{1} امت بحیثیت مجموعی قرآن پاک سے دور ہوگئی ہے، علماء کو محنت کرنی چاہیے کہ امت کو قرآن سے جوڑیں۔

{2} دوسری وجہ مسلمانوں کے آپس کے اختلافات ہیں۔جس نے امت کو ٹکڑے ٹکڑے کردیا۔

ایک دوسرے کی تنقیص اور تکفیر کرنا ہمارا عام رواج بن چکا ہے۔جس بات پر فتویٰ لگانے سے پہلے ہمارے سلف صالحینؒ سو دفعہ سوچتے ہوں گے اور ان کے رونگٹے کھڑے ہوتے ہوں گے، وہ آج ہمارے بچوں کی زبان پر عام ہوگئی، ان کے لیے آسان ہوگئی، انہیں اس کا خوف ہی نہیں آتا۔کسی کو دائرہ اسلام سے خارج کرنے سے زیادہ اس وقت ہمارے نزدیک کوئی آسان کام نہیں۔

ایسا ماحول بننا اسلام دشمنوں کے لیے بہت اچھا منظر ہے۔ان کے لیے ہماری مخالفت کرنے کی ضرورت نہیں، ہم خود ایک دوسرے کے لیے کافی ہیں۔ کہتے ہیں امریکہ اور روس نے سازش کی۔ کیا ہم خود کم ہیں ایک دوسرے کے خلاف سازش کرنے کے لیے، کہ کوئی اور ہمارے خلاف سازش کرے۔

ان کے پیغام کا خلاصہ یہ تھا کہ لوگوں کو قرآن سے جوڑا جائے؛ اس سے لوگوں کو دین کا حقیقی پیغام سمجھ میں آئے گا۔ دوسری بات یہ کہ آپس کے نقصاندہ اختلاف (عقائد میں اختلافات) کو کسی قیمت پر برداشت نہ کیا جائے

(بلکہ کتاب وسنت کے مطابق عقیدہ لازماً اختیار کرایا جائے۔) اور ایک دوسرے کے درمیان وہ صورتیں پیدا کی جائیں جن سے ایک دوسرے کے ساتھ ہمارا تعلق مثبت ہو۔

لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ آپس کی محبتوں اور اتفاق کے لیے ایک رائے پر جمع ہونا ضروری ہے، حالانکہ یہ ضروری نہیں ہے کہ اجتہادی معاملات میں سب کی رائے ایک ہو جائے، اس کے بغیر بھی اتحاد واتفاق ہو سکتا ہے۔ سب کی رائے ایک ہو جائے تو یہ اچھی بات ہے؛ لیکن یہ اتحاد واتفاق کا لازمی حصہ نہیں ہے۔ اختلاف رائے کے باوجود آپس میں محبت بھرا تعلق ہونا چاہیے۔ اس کی مثال سید اسماعیل شہیدؒ کے ہاں ملتی ہے۔ ان کے ہاں ہر طبع کے لوگ تھے۔ انہوں نے جو فضا بنائی تھی آج ہمیں اس کی ضرورت ہے۔

آپ (بلتستان کے علماء) نے یہاں جو ماحول بنایا ہے بدقسمتی سے پنجاب، سرحد، سندھ وغیرہ میں علمائے دین یہ ماحول نہیں بنا سکے۔ یہ ہمارے دینی اداروں، شخصیات اور علماء کرام کی ناکامی ہے کہ ہم آپس میں دست وگریبان ہیں اور ایک دوسرے کے خلاف محاذ کھولا ہوا ہے۔ رسالہ بازی، جلسے اور تقریریں...... ہماری ایک دوسرے کے خلاف جو تقریریں ہوتی ہیں، خاص طور پر گالی گلوچ والی؛ یہ سیکولر اور بے دین لوگوں کے لیے تفریح طبع کا بہت بڑا سامان ہے۔ یہ لوگ انہی تقریروں کے کلپ لیتے ہیں اور وہ نہیں جانتے یہ کیا نام ہے، ان کا مسئلہ اسلام ہے۔ جو بھی اسلام کا نام لیوا ہے، ان کو بدنام کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ پھر یہ تقریریں نوجوان نسل کو سنا کر کہتے ہیں: یہ ہے ان کی ایک دوسرے کے بارے میں رائے۔ اور ہماری رائے یہ ہے کہ دونوں ایک دوسرے کے بارے میں ٹھیک کہہ رہے ہیں۔ یہ دین سے بیزار لوگوں کے لیے دلچسپ مشغلہ ہے، ان کو اس سے غرض نہیں ہوتی کہ یہ حنفی، سلفی اور شافعی ہے۔ وہ لوگ یہ کہتے ہیں کہ سب اسلام کے نام لیوا ہیں اور آپس میں ان کے معاملات کو دیکھ لیں۔ اس طرح ہم بے دین زندیقوں کو دلیل کی غذا فراہم کرتے ہیں۔

یہ فضا جو بدقسمتی سے ہمارے ہاں بنائی گئی ہے، دراصل غلامی کے زمانے کی پیداوار ہے، جہاں پر بھی غلامی گزرے گی وہاں پر ایسا ہی ہوگا۔ جو فاتح قومیں آتی ہیں ان کے حکومت کرنے کا طریقہ چل رہا ہے۔ اگر محکوم سب اکٹھے ہو گئے تو اس دن فاتح کی چھٹی ہو جائے گی۔ وہ رہ نہیں سکیں گے۔ اس لیے یہ فاتح قوموں کا مزاج اور محنت ہوتی ہے۔ بلتستان میں جو اتحاد کا ماحول ہے اللہ تعالیٰ اس کو دن دوگنی رات چگنی ترقی عطا فرمائیں۔ یہ ماحول پورے ملک میں قائم کرنے میں ہم کامیاب ہو جائیں۔ آمین